بسم اللہ الرحمن الرحیم

Regd No. L 5254

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ

عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

روزنامہ

الفضل

ربوہ

فی پرچہ ۱؍

یوم ۔ یک شنبہ

۲۱ صفر ۱۳۷۵ھ

جلد ۴۴ / ۹ | ۹ اخاء ۱۳۳۴ ہش - ۹ اکتوبر ۱۹۵۵ء | نمبر ۲۳۷

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کے متعلق اطلاع

نیند اچھی آگئی ۔ بے چینی کل کی نسبت کم ہے

ربوہ ۸ ؍اکتوبر ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے آج صبح صحت کے متعلق دریافت کرنے پر فرمایا:

”رات نیند اچھی آگئی ۔ صبح کچھ بے چینی ہے گو کل کی نسبت کم ہے ۔ بھوک بند ہے ۔“

احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت کاملہ کے لئے درد دل سے دعائیں جاری رکھیں ۔

اسلام اور سلسلہ احمدیہ کی خدمت کیلئے روپیہ سے بھی زیادہ ایسے مخلص انسانوں کی ضرورت ہے جو نیک صالح متقی اور دعائیں کرنے والے ہوں

سلسلہ کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر اٹھانے کے لئے نہ صرف خود آگے آؤ بلکہ دوسروں کو بھی اس کے لئے آمادہ کرو

خطبہ جمعہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا احباب جماعت سے خطاب

ربوہ ۷ ؍اکتوبر ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے آج خطبہ جمعہ میں پھر یہ تحریک فرمائی کہ اسلام کی تبلیغ کے لئے اور مرکز میں سلسلہ کا کام سنبھالنے کے لئے ہزاروں ایسے واقفین زندگی کی ضرورت ہے ۔ جو نیک صالح اور متقی ہوں ۔ اور جو دنیوی قابلیتیں رکھنے کے علاوہ سوز و گداز کے ساتھ دعائیں کرنے والے بھی ہوں ۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت آج ناساز تھی ۔ لیکن باوجود ناسازئ طبع کے حضور جمعہ کے لئے تشریف لے آئے ۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات فوری طور پر احباب تک پہنچانے کے لئے سردست اپنے الفاظ میں حضور کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے :۔

تشہد تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا :۔

تحریک جدید کے لئے ہماری جماعت روپیہ تو دیتی ہے ۔ اور بہت دیتی ہے گو روپیہ کی ضرورت ابھی اس سے بھی زیادہ ہے ۔ تاہم کیا امیر اور کیا غریب قریباً سب ہی اس قربانی میں حصہ لیتے ہیں ۔ لیکن دوستوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ سلسلہ کے کام صرف روپے سے وابستہ نہیں ہیں ۔ سلسلے کے کاموں کے لئے روپے سے بھی زیادہ انسانوں کی ضرورت ہے ۔ ایسے انسانوں کی جو نیک صالح ، اور متقی اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنے والے ہوں ۔ درحقیقت جب بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی سلسلہ قائم ہوتا ہے ۔ تو ایسے انسانوں کے ذریعہ ہی خدا تعالیٰ اُسے چلاتا اور ترقی دیتا ہے ۔ حضور نے فرمایا حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت کو انیس سو سال گزر چکے ہیں ۔ لیکن آج بھی ہزاروں انسان ایسے موجود ہیں ۔ جنہوں نے اپنی زندگیاں اپنے خیال کے مطابق ان کے مشن کو پھیلانے کے لئے وقف کر رکھی ہیں ۔ عیسائیوں کے صرف ایک فرقہ کے ہی کم و بیش ۵۶ ہزار افراد پادری کی حیثیت سے دوسرے ممالک میں جا کر عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں ۔ ابھی دوسرے فرقوں کے پادری اسکے علاوہ ہیں ۔ اور پھر اپنے اپنے ملک میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے والے جو افراد ہیں وہ بھی اس میں شامل نہیں ۔ اب دیکھ لو انیس سو سال گزر گئے ۔ لیکن آج بھی ہزاروں افراد کے دلوں میں مسیحیت کو دنیا میں پھیلانے کا جوش پایا جاتا ہے ۔ اسی طرح اسلام کی تبلیغ کے لئے بھی ہزاروں ہزار آدمیوں کی ضرورت ہے ۔ جو دنیا کے گوشے گوشے میں نکل جائیں اور اسلام کی تبلیغ کریں ۔ ہزاروں آدمیوں کی ضرورت ہے ۔ جو اعلیٰ درجہ کا اخلاص دیانت اور تقویٰ کے مالک ہوں اور جو مرکز میں آکر سلسلہ کے کاموں کو چلائیں ۔ اور سلسلہ کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر اٹھائیں ۔

فرمایا : یاد رکھو صرف چند آدمیوں کے وقف سے کام نہیں چل سکتا ۔ ضرورت اس امر کی ہے ۔ کہ تم میں سے ہر ایک کے دل میں اسلام اور سلسلہ کی خدمت کرنے کی ایک آگ لگی ہو ۔ ایک ایسا جذبہ ہو ۔ جو بڑھتا ہی چلا جائے ۔ محض خود خدمت کرنے کا ہی جذبہ نہ ہو ۔ بلکہ یہ جوش ہو کہ ہمارے بعد بھی سلسلہ کی خدمت کرنے والے افراد پیدا ہوتے رہیں ۔ ہر ایک واقف زندگی کا فرض ہے ۔ کہ وہ آگے اور واقف زندگی تیار کرنے کی کوشش کرے اور صلحاء کے طریق پر چلتے ہوئے دعاؤں میں لگا رہے ۔

حضور نے فرمایا ہر ایک تم میں سے ایسا ہونا چاہیئے ۔ جو اپنی راتیں دعاؤں میں گزارے اور دن استغفار اور ذکر الٰہی میں ۔ تا اس کا براہ راست اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم ہو جائے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا میں جو کام کیا ۔ وہ صرف کتابیں لکھنے سے نہیں ہوا ۔ بلکہ آپ نے سوز و گداز کے ساتھ دعائیں کیں ۔ آخر ان دعاؤں نے ہی ان کے قلب میں اللہ تعالیٰ کا نور پیدا کر دیا ۔ اور انہوں نے [illegible] تعالیٰ کے جلال کو دیکھ لیا ۔ جس کے نتیجہ میں ان کے اندر خدمت دین اور تبلیغ کی ایک آگ لگ گئی ۔ یہی وہ آگ تھی جس نے کام کیا ۔

پس تم بھی محض مولوی فاضل پاس کرنے یا شاہد کی ڈگری لینے پر خوش نہ ہو جاؤ ۔ بلکہ توکل علی اللہ اخلاص اور دیانت اپنا شعار بناؤ دن اور رات دعائیں کرو ۔ یہاں تک کہ دعائیں ہی تمہارا شیوہ ہو جائے ۔ صرف یہی وہ صورت ہے ۔ جس سے تم صحیح معنوں میں سلسلہ کی خدمت کر سکتے ہو ۔ اس صورت میں اگر تم میں کوئی خرابی بھی پیدا ہوگی تو تمہارے ساتھیوں کی دعائیں ہی اس خرابی کا ازالہ کر دیں گی (باقی صفحہ ۸ پر)

اخبار ربوہ

ربوہ ۸ ؍اکتوبر ۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کو آج پھر دل کی اطراف اور انتڑیوں کے درد کے ساتھ کسی قدر اعصابی تکلیف ہے ۔

احباب آپ کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے درد دل سے دعائیں جاری رکھیں ۔

— محترمہ بیگم صاحبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو کل دن کے پچھلے حصہ میں بہت گھبراہٹ رہی اور جسم میں سنسنی کی کیفیت پیدا ہوتی رہی ۔ آج نسبتاً افاقہ ہے ۔ احباب صحت کاملہ کے لئے دعا فرمائیں ۔

ایڈیٹر :- روشن دین تنویر بی ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں طبع کرا کر دفتر الفضل ربوہ سے شائع کیا ۔

روزنامہ الفضل ربوہ

مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۵۵ء

مخالفت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ قد ضلوا ضللاً بعیدا ان الذین کفروا وظلموا لم یکن اللہ لیغفرلھم و لا لیھدیھم طریقاً الا طریق جھنم خالدین فیھا ابدا وکان ذالک علی اللہ یسیرا (النساء ۱۶۷ - ۱۶۹)

یعنی جن لوگوں نے کفر کیا۔ اور دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا۔ یقیناً وہ پرلے درجہ کے گمراہ ہیں۔ (اور) جنہوں نے کفر کیا اور ظلم بھی کیا۔ یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے۔ اور انہیں راہ کی رہنمائی کرے۔ سوا اس راہ کے جو جہنم کو جاتی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔

ان آیات کریمہ سے مخالفین کے تین درجے متعین ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ درجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا جائے۔ تو لوگ اس کو ماننے سے انکار کر دیں۔ یہ مخالفت کا ادنیٰ درجہ ہے۔ اس سے اوپر مخالفت کا درجہ یہ ہے۔ کہ خود بھی انکار کرے۔ اور دوسروں کو بھی ایمان لانے سے روکے اور اس سے بھی اوپر کا درجہ یہ ہے۔ کہ نہ صرف خود کفر کرے۔ اور نہ صرف دوسروں کو ایمان لانے سے روکے بلکہ ایمان لانے والوں پر ظلم کرے۔ تاکہ وہ ایمان سے پھر جائیں۔

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حق کا اعلان کیا۔ تو کفار قریش میں بھی ان تینوں درجوں کے مخالفین پیدا ہوگئے۔ کچھ تو ایسے تھے کہ انہوں نے آپ کو صادق ماننے سے صرف انکار کر دیا۔ اور دیگر کوئی غرض نہ رکھی۔ ان میں سے بعض تو ایسے بھی تھے۔ جو اگرچہ خود ایمان نہ لائے۔ مگر ایمان لانے والوں کی حتی الوسع مدد بھی کی۔ چنانچہ ایسے لوگوں میں ایک قابل تعریف انسان مطعم بن عدی تھا۔ جس نے نہ صرف بنی ہاشم کے خلاف بائیکاٹ کا ظالمانہ معاہدہ پھڑوا دیا۔ بلکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طائف سے مایوس ہو کر واپس ہوئے۔ تو مکہ میں داخل ہونے کے لئے آپ کی خواہش پر اس نے آپ کو پناہ دی۔ اور اپنے دو بیٹوں کو آپ کی حفاظت سے مکہ میں لانے کے لئے بھیجا۔ ایسے کافر اور بھی تھے۔ اور کئی ایک ایسے بھی تھے۔ جنہوں نے نہ مدد کی۔ نہ دوسروں کو روکا اور نہ ظلم پر آمادہ ہوئے۔

جن لوگوں نے صدوا عن سبیل اللہ کیا۔ ان میں سے اکثر ایسے تھے۔ جنہوں نے اولین ایمان لانے والوں اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات مبارک پر ظلم کا ہاتھ اٹھایا۔ ایسے بہت سے قریشی سردار تھے۔ بعض خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریبی تھے۔ جنہوں نے نہ صرف خود کفر کیا۔ بلکہ خدا کی راہ سے روکا۔ اور انتہا درجہ کے ظلم وستم بھی ڈھائے۔ ابولہب اور ابوجہل اسی قبیل کے لوگ تھے۔

یہ دونوں آخرالذکر قریشی سردار مخالفت میں اتنے بڑھ گئے تھے۔ کہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ تیسرے درجہ مخالفت سے بھی کہیں چار قدم آگے ہی تھے۔ جو ظلم وستم انہوں نے اولین مسلمانوں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ڈھائے۔ ان کی تفصیل یہاں ممکن نہیں۔

یہ دونوں سرداران لوگوں میں پیش پیش تھے۔ جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مسلمانوں کی ہجرت مدینہ کے بعد بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ ابوجہل تو جنگ بدر میں کمانڈر کی حیثیت رکھتا تھا۔ مگر اس حملہ کا اہتمام ابولہب نے ہی کیا تھا۔ جو جھوٹی یا سچی بیماری کی وجہ سے خود نہیں گیا تھا۔ مگر تبت یدا ابی لھب وتب اسی کے لئے آیا ہے۔

کفار قریش بدر کی شکست کے بعد اور بھی جھنجھلا گئے تھے۔ اور بدر سے بھی وسیع پیمانے پر انہوں نے پھر مدینہ پر حملہ کی کوشش کی۔ جو جنگ احد کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بعد اور بھی جھڑپیں ہوئیں۔ اب قریش مکہ نے تمام عرب میں اسلام کے برخلاف آگ لگا دی۔ اور اب وہ تنہا نہ تھے۔ بلکہ ان کی سازش میں یہود بھی شامل ہو گئے تھے۔ مشرکین اور یہود نے اپنے تمام حلیفوں کو اکٹھا کیا۔ اور مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ اور وہ معرکہ ہوا جسے کہ جنگ خندق اور جنگِ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔

"اس سے پہلے یہود کے دو قبیلوں کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ جن کو لڑائی فساد قتل اور قتل کرنے کے منصوبوں کی وجہ سے مدینہ سے جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ ان میں سے بنو نضیر کا کچھ حصہ تو شام کی طرف ہجرت کر گیا تھا۔ اور کچھ حصہ مدینہ سے شمال کی طرف خیبر نامی ایک شہر کی طرف ہجرت کر گیا تھا۔ خیبر عرب میں یہود کا ایک بہت بڑا مرکز تھا۔ اور ایک قلعہ بند شہر تھا۔ یہاں جا کر بنو نضیر نے مسلمانوں کے خلاف عربوں میں جوش پھیلانا شروع کیا۔ مکہ والے تو پہلے ہی مخالف تھے کسی مزید انگیخت کے محتاج نہ تھے۔ اسی طرح غطفان نامی نجد کا قبیلہ جو عرب کے قبیلوں میں بہت بڑی حیثیت رکھتا تھا۔ وہ بھی مکہ والوں کی دوستی میں اسلام کی دشمنی پر آمادہ رہتا تھا۔ اب یہود نے قریش اور غطفان کو جوش دلانے کے علاوہ بنو سلیم اور بنو اسد دو اور زبردست قبیلوں کو بھی مسلمانوں کے خلاف اکسانا شروع کیا۔ اور اسی طرح بنو سعد نامی قبیلہ جو یہود کا حلیف تھا۔ اس کو بھی کفار مکہ کا ساتھ دینے کے لئے تیار کیا۔ ایک لمبی تیاری کے بعد عرب کے تمام زبردست قبائل کی ایک اتحاد عام کی بنیاد رکھ دی گئی۔ جس میں مکہ کے لوگ بھی شامل تھے۔ مکہ کے اردگرد کے قبائل بھی تھے۔ اور نجد اور مدینہ سے شمال کی طرف کے علاقوں کے قبائل بھی شامل تھے۔ اور یہود بھی شامل تھے۔ ان سب قبائل نے مل کر مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے ایک زبردست لشکر تیار کیا۔" (دیباچہ تفسیر القرآن اشاعت اول صفحہ ۱۶۷)

حملہ آوروں کی تعداد بیس بائیس ہزار اور مسلمانوں کی تعداد دس بارہ ہزار تھی۔ مگر نتیجہ کیا ہوا۔ سنیئے۔

"خدا تعالیٰ نے آسمانی نصرت کا ایک اور راستہ کھول دیا۔ رات کو ایک سخت آندھی چلی۔ جس آندھی نے قناتوں کے پردے توڑ دیئے چولہوں پر سے ہنڈیاں گرا دیں۔ اور بعض قبائل کی آگیں بجھ گئیں۔ مشرکین عرب میں ایک رواج تھا۔ کہ وہ ساری رات آگ جلائے رکھتے تھے۔ اور اس کو وہ نیک شگون سمجھتے تھے۔ جس کی آگ بجھ جاتی تھی۔ وہ خیال کرتا تھا۔ کہ آج کا دن میرے لئے منحوس ہے۔ اور وہ اپنے خیمے اٹھا کر لڑائی کے میدان سے پیچھے ہٹ جاتا تھا۔ جن قبائل کی آگ بجھی۔ انہوں نے اس رواج کے مطابق اپنے خیمے اٹھائے۔ اور پیچھے کو چل پڑے۔ تاکہ ایک دن پیچھے انتظار کر کے پھر لشکر میں آ شامل ہوں۔ لیکن چونکہ دن کے جھگڑوں کی وجہ سے سرداران لشکر کے دل میں شبہات پیدا ہو رہے تھے۔ جو قبائل پیچھے ہٹے۔ ان کے اردگرد کے قبائل نے سمجھا۔ کہ شاید یہود نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر شبخون مار دیا ہے۔ اور ہمارے آس پاس کے قبائل بھاگے جا رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بھی جلدی جلدی اپنے ڈیرے سمیٹنے شروع کر دیئے۔ اور میدان جنگ سے بھاگنا شروع کیا۔ ابوسفیان اپنے خیمہ میں آرام سے لیٹا تھا۔ کہ اس واقعہ کی خبر اسے بھی پہنچی۔ وہ گھبرا کے اپنے بندھے ہوئے اونٹ پر جا چڑھا۔ اور اس کو ایڑیاں مارنی شروع کر دیں۔ آخر اس کے دوستوں نے اس کو توجہ دلائی کہ وہ کیا حماقت کر رہا ہے۔ اس پر اس کے اونٹ کی رسیاں کھولی گئیں اور وہ بھی اپنے ساتھیوں سمیت میدان سے بھاگ گیا۔ رات کے آخری ثلث میں وہ میدان جس میں بیس پچیس ہزار کے قریب کفار کے سپاہی خیمہ زن تھے۔ وہ ایک جنگل کی طرح ویران ہو گیا۔"

دیباچہ تفسیر القرآن اشاعت اول صفحہ ۱۷۳، ۱۷۴

جنگ احزاب یا خندق دراصل "صدوا عن سبیل اللہ" اور "ظلموا" کی انتہائی صورت تھی۔ جو تمام مخالفین نے متحد ہو کر اسلام کے خلاف کی تھی۔

"اس جنگ سے فارغ ہونے کے بعد رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ آج سے کفار عرب ہم پر حملہ نہیں کریں گے۔ یعنی مسلمانوں کا ابتلاء اپنی آخری حد تک پہنچ گیا ہے۔" (دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۱۷۸)

ہم نے اس سے صرف یہ دکھانا تھا۔ کہ ایک بندۂ حق کی مخالفت کس درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ اور کس طرح کتنا انسانی خون ناحق بہ جاتا ہے۔ مخالفت ضد اور ظلم کی صورت اختیار کر لیتی ہے

(باقی صفحہ ۷ پر)

رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ

احمدیت کا پیغام

گزشتہ سے پیوستہ

احمدیوں کو دوسری جماعتوں سے علیحدہ رکھنے کی وجہ

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ ایسی کسی جماعت کے بنانے کی ضرورت کیا تھی۔ یہی باتیں دوسرے مسلمانوں میں پھیلائی جانی چاہیئے تھیں۔ اس کا عقلی جواب یہ ہے کہ ایک کمانڈر انہیں لوگوں کو لڑائی میں بھیج سکتا ہے۔ جو فوج میں بھرتی ہو چکے ہوں۔ جو لوگ فوج میں بھرتی نہیں۔ وہ ان کو بھیج کس طرح سکتا ہے۔؟ اگر جماعت ہی کوئی نہ بنائی جاتی۔ تو بانیٔ سلسلہ احمدیہ کس سے کام لیتا۔ اور کس کو حکم دیتا۔ اور ان کے خلفاء کس سے کام لیتے۔ اور کس کو حکم دیتے۔ کیا وہ بازار میں پھرنا شروع کرتے۔ اور ہر مسلمان کو پکڑ کر کہتے۔ کہ آج فلاں جگہ اسلام کے لئے ضرورت ہے۔ تو وہاں جا۔ اور وہ آگے سے یہ جواب دیتا۔ کہ میں تو آپ کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں اور پھر وہ اگلے آدمی کو جا پکڑتے اور پھر وہ اس سے اگلے آدمی کو جا پکڑتے یہ ایک عقلی حقیقت ہے۔ کہ جب کوئی منظم کام کرنا ہو۔ تو اس کے لئے ایک جماعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بغیر ایسی جماعت کے کوئی منظم کام نہیں ہو سکتا۔ اگر کہو کہ جماعت تو بناتے۔ لیکن سب میں ملے جلے رہتے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جان کو جوکھوں میں ڈالنے والے کاموں کے لئے ہر شخص کہاں تیار ہوتا ہے۔ ایسے کام تو دیوانے ہی کیا کرتے ہیں۔ اور دیوانوں کو ہشیاروں سے الگ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر ہوشیار دیوانوں کو بھی اپنے جیسا بنا لیں گے۔ تو پھر ایسے کام کو کون کرے گا۔ نیز دوسروں سے الگ رہنا خود بخود طبائع میں استعجاب پیدا کرتا ہے۔ اور آپ ہی آپ لوگ اس کی کرید اور تجسس شروع کرتے ہیں۔ اور آخر ایک دن اسی چیز کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جسکو مٹانے کے لئے وہ آگے بڑھتے ہیں۔ پس یہ سارے اعتراضات قلت تدبر کا نتیجہ ہیں۔ اگر عقل سے کام لیا جائے تو سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اصل میں وہی طریقہ درست ہے جو احمدیت نے اختیار کیا ہے۔ اسی صحیح طریقے پر عمل کر کے وہ اسلام کے لئے قربانی کرنے والوں کی ایک جماعت پیدا کر سکی ہے۔ اور جب تک وہ اس طریقے پر عمل کرتی رہے گی۔ روز بروز ایسے افراد کی تعداد کو بڑھاتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ کفر محسوس کرے گا۔ کہ اب اسلام طاقت پکڑ گیا ہے۔ اور وہ اسلام پر اپنی ساری طاقت کے ساتھ حملہ کرے گا۔ مگر حملے کا وقت گزر چکا ہوگا۔ میدان اسلام ہی کے ہاتھ رہے گا۔ اور کفر شکست کھا جائیگا۔

ہم سیاسی جدوجہد کرنے والوں کے راستہ میں روک نہیں بنتے۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ جب تک تمہاری سمجھ میں یہ باتیں نہ آئیں۔ تم اپنا کام کرتے چلے جاؤ۔ لیکن ہم ان سے یہ بھی خواہش کرتے ہیں۔ کہ وہ ہمیں اپنے راستہ سے نہ روکیں۔ اور اگر کسی کی سمجھ میں ان کا طریقہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ تو وہ ان سے جا ملے۔ اور کسی کی سمجھ میں ہمارا طریقہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ تو وہ ہم میں آ ملے۔ ان کے طریقے میں قربانی کم اور شہرت زیادہ ہے۔ اور ہمارے طریقہ میں قربانی زیادہ اور شہرت کم ہے۔ ان کو ان کا حصہ ملتا رہے گا اور ہم کو ہمارا حصہ ملتا رہے گا۔ جن لوگوں کی نگاہ میں مغز اور حقیقت کے لحاظ سے اسلام کا قیام زیادہ ضروری ہوگا۔ وہ ہم میں آ ملیں گے اور جو لوگ ظاہری بادشاہت کے شیدائی ہونگے وہ ان میں جا ملیں گے۔ لیکن ہم لڑیں کیوں اور جھگڑیں کیوں۔ دونوں ہی غم ملت میں تڑپ رہے ہیں۔ گو جدا جدا اعضا میں ٹیس اٹھ رہی ہے۔ ان کے دماغوں میں درد ہے۔ ہمارے دل اذیت پا رہے ہیں۔

یہ تو میں نے عقلی نقطۂ نگاہ سے جواب دیا ہے۔ اب میں روحانی نقطۂ نگاہ سے جواب دیتا ہوں جو میرے نزدیک یہی حقیقی نقطۂ نگاہ ہے۔

اس سوال کا روحانی جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت ہے۔ کہ جب کبھی دنیا میں خرابی پھیل جاتی ہے۔ روحانیت اس سے مفقود ہو جاتی ہے۔ لوگ دنیا کو دین پر مقدم کرنے لگ جاتے ہیں۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ہدایت اور راہ نمائی کے لئے آسمان سے کسی مامور کو مبعوث فرماتا ہے۔ تاکہ اسکے کھوئے ہوئے بندوں کو پھر اپنی طرف واپس لائے۔ اور ان کے بھٹکے ہوئے دین کو پھر دنیا میں قائم کرے۔ بعض دفعہ یہ مامور نئی شریعت ساتھ لاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ کسی پہلی شریعت کے قائم کرنے کے لئے آتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی اسی سنت پر خاص زور دیا گیا ہے۔ اور بار بار بنی نوع انسان کو اللہ تعالیٰ کے اسی رحم اور کرم کی شناخت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ بہت بڑی شان رکھتا ہے۔ اور انسان اس کے مقابلے میں ایک کیڑے سے بھی بدتر ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام کام حکمت سے پر ہوتے ہیں۔ اور وہ کوئی کام بھی بلاوجہ اور بغیر فائدہ کے نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ وما خلقنا السموٰت والارض وما بینھما لاعبین (سورہ دخان) یعنی ہم نے یہ زمین اور آسمان یونہی نہیں پیدا کئے بلکہ ان کی پیدائش میں غرض رکھی ہے اور وہ غرض یہی ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی صفات کو ظاہر کرے اور اس کا مظہر بن کر دنیا کے ان لوگوں میں جو بلند پروازی کی طاقت نہیں رکھتے۔ خدا تعالیٰ کو روشناس کرائے۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر اس وقت تک خدا تعالیٰ کی یہی سنت جاری رہی ہے۔ اور مختلف اوقات میں خدا تعالیٰ نے اپنے مختلف مظاہر اس دنیا میں مبعوث فرمائے ہیں۔ کبھی خدا تعالیٰ کی صفات آدمؑ کے ذریعہ سے جلوہ گر ہوئیں۔ کبھی نوحؑ کے ذریعہ سے جلوہ گر ہوئیں۔ کبھی ابراہیمؑ جسم میں سے وہ ظاہر ہوئیں۔ تو کبھی موسویؑ جسم سے وہ ہویدا ہوئیں۔ کبھی داؤدؑ نے خدا تعالیٰ کا چہرہ دنیا کو دکھایا۔ تو کبھی مسیحؑ نے اللہ تعالیٰ کے انوار کو اپنے وجود میں ظاہر کیا۔ سب سے آخر اور سب سے کامل طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو اجمالاً اور تفصیلاً انفرادی حیثیت سے بھی اور اجتماعی حیثیت سے بھی ایسی شان اور ایسے جلال کے ساتھ دنیا پر ظاہر کیا۔ کہ پہلے انبیاءؑ آپؐ کے شمسی وجود کے آگے ستاروں کی مانند ماند پڑ گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام شریعتیں ختم ہو گئیں۔ اور تمام شریعت لانے والے انبیاءؑ کی آمد کا رستہ بند کر دیا گیا۔ کسی جنبہ داری کی وجہ سے نہیں کسی لحاظ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسی شریعت لائے جو تمام ضرورتوں کی جامع اور تمام حاجتوں کو پورا کرنے والی تھی۔ جو چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والی تھی وہ تو پوری ہو گئی۔ لیکن بندوں کے متعلق کوئی ضمانت نہیں تھی۔ کہ وہ صحیح رستہ کو نہیں چھوڑیں گے۔ اور اس سچی تعلیم کو نہیں بھولیں گے۔ بلکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا تھا۔ کہ یدبّر الامر من السّماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدّون (سجدہ) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اس آخری کلام اور آخری شریعت کو آسمان سے زمین پر قائم کر دے گا۔ اور لوگوں کی مخالفت اس کے رستہ میں روک نہیں بنے گی۔ مگر پھر ایک عرصہ کے بعد یہ کلام آسمان پر چڑھنا شروع ہوگا۔ اور ایک ہزار سال میں یہ دنیا سے اٹھ جائے گا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس قیام دین کے زمانے کو تین سو سال کا عرصہ قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر حدیث بیان کی جا چکی ہے۔ اور قرآن کریم بھی الٓمٓرٰ کے ذریعہ سے دو سو اکہتر سال کا عرصہ اس زمانہ کو قرار دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہزار سال تک دین کے آسمان پر چڑھنے کے عرصہ کو ملایا جائے۔ تو یہ ۱۲۷۱ ہوتا ہے۔ گویا دنیا سے اسلام کی روح کے غائب ہو جانے کا زمانہ قرآن کریم کی رو سے ۱۲۷۱ سال ہے۔ یا تیرھویں صدی کا آخر۔ جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے ایسے زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ضرور ایک ہادی اور رہنما آیا کرتا ہے تاکہ دنیا ہمیشہ کے لئے شیطان کے قبضے میں نہ چلی جائے۔ اور خدا تعالیٰ کی حکومت ابدی طور پر دنیا سے مٹ نہ جائے۔ پس ضروری تھا۔ کہ اس زمانے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی شخص آتا۔ وہ کوئی ہوتا مگر آنا ضرور تھا۔ یہ کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ آدمؑ کے اتباع میں جب کبھی خرابی پیدا ہوئی۔ تو خدا تعالیٰ نے ان کی خبر لی۔ نوحؑ کے اتباع میں جب کبھی خرابی پیدا ہوئی۔ تو خدا تعالیٰ نے ان کی خبر لی۔ ابراہیم علیہ السلام کے اتباع میں جب کبھی خرابی پیدا ہوئی تو خدا تعالیٰ نے ان کی خبر لی

(باقی دیکھو صفحہ ۷ پر)

حضرت مولوی عبد المغنی خاں صاحبؓ کی قابلِ تقلید زندگی

(از مکرم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل پرنسپل جامعۃ المبشرین ربوہ)

انما المرء حدیث بعدہٗ ٭ فکن حدیثاً حسناً لمن وعیٰ

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہل اللہ کی وفات پر آسمان و زمین روتے ہیں۔ زمین کے لوگ ان کی خیر و برکت سے محرومی کے احساس کی وجہ سے غمزدہ ہوتے ہیں۔ اور آسمانی فرشتے اس لئے افسردہ ہوتے ہیں۔ کہ ایسا انسان جو زمین پر خدا کے نور کی ایک چلتی پھرتی مشعل تھا۔ دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ یہ مقدس جماعت صلحاء اور اولیاء کی جماعت ہے۔ اور ان میں سے ہر فرد اس قابل ہوتا ہے۔ کہ مذہبی جماعتیں ان کا ذکرِ خیر باقی رکھیں۔ ان کے لئے دعائیں کریں۔ اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

حضرت مولوی عبد المغنی خاں صاحب رضؓ میں بہت سی خوبیاں تھیں۔ ان کی زندگی کے متعدد پہلو ایسے ہیں۔ جو اپنے اندر بہت بڑا سبق رکھتے ہیں۔ یوں تو میں انہیں اپنے ابتدائی زمانہ سے قادیان میں دیکھتا رہا ہوں۔ لیکن جب سے وہ ناظر دعوت و تبلیغ مقرر ہوئے تھے۔ میں نے انہیں بہت قریب سے دیکھا ہے۔ وہ ان چند برگزیدہ ہستیوں میں سے تھے۔ جو اپنے دوستوں اور ساتھیوں کی ہمیشہ بہبودی اور منفعت چاہتے ہیں۔ اور غائبانہ طور پر بھی ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب مرحوم اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرنے والے عابد انسان تھے۔ وہ سالہا سال تک ہمارے افسر رہے ہیں۔ اور بعض دفعہ ماتحتوں کو اپنے افسروں سے شکایتیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہاں بھی ایسا ہونا غیر طبعی اور قابلِ تعجب امر نہ تھا۔ لیکن ایک بات ایسی ہے۔ جسے ہم بلا مبالغہ اور بلا خوفِ تردید کہہ سکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ حضرت مولوی عبد المغنی خاں صاحب رضؓ کا ہر فیصلہ اور ہر حکم ان کی نیک نیتی پر مبنی ہوتا تھا۔ اور وہ ہمیشہ اپنی دانست کے مطابق سلسلہ کے مفاد کو مقدم رکھتے تھے۔ مجھے تو یہاں تک تجربہ ہے۔ کہ بعض دفعہ کسی ماتحت کی غلطی کی وجہ سے ان سے گرفت کی جاتی۔ تو وہ کبھی یہ نہ کہتے۔ کہ یہ تو میرے ماتحت کا قصور ہے۔ بلکہ ہمیشہ خندہ پیشانی سے ماتحت کی غلطی اپنے ذمہ لیتے اور اور اگر کوئی نقصان پہنچتا۔ تو اسے خود برداشت کرتے۔

حضرت مولوی صاحب مرحوم رضؓ ہمیشہ پُر امید رہتے تھے۔ اور ہر مشکل کے وقت اللہ تعالیٰ کے فضل پر یقین رکھتے ہوئے ہمت کے ساتھ اس مشکل کے حل کرنے کے لئے مناسب جدوجہد فرماتے تھے۔ گھبراہٹ کے موقعوں پر وہ گھبرانے والے انسان نہ تھے۔ میں نے انہیں صرف ایک دفعہ غیر معمولی طور پر غمگین و افسردہ دیکھا۔ اور پوچھا کہ آج کیا ماجرا ہوا ہے؟ حضرت مولوی صاحب کا دل بھرا ہوا تھا۔ صرف اتنا ہی کہہ سکے۔ کہ خبر آئی ہے۔ کہ دشمنوں نے ہمارے عزیز دوست اور سلسلہ کے مخلص نوجوان مولوی ولی داد خاں صاحب رضؓ کو سرحد پر گولی مار کر شہید کر دیا ہے۔ سالہا سال کی صحبتوں میں میں نے صرف اسی ایک موقع پر حضرت مولوی صاحب کو غیر معمولی بے کلی اور شدید اضطراب میں دیکھا ہے۔ ورنہ ان کے ذاتی مصائب میں حتیٰ کہ اپنے عزیز رشتہ داروں کی وفات کے موقع پر بھی وہ نہایت صابر اور متحمل انسان نظر آتے تھے۔

میں نے حضرت مولوی صاحب کو جلوت و خلوت میں بیسیوں مرتبہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ذکر ایسے والہانہ انداز میں کرتے ہوئے سنا ہے۔ کہ جو ایک مخلص ترین اور سچے عاشق کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا۔ دین کے لئے اور شعائر اسلام کے لئے آپ مجسم غیرت تھے۔ نماز باجماعت کا پورے تعہد کے ساتھ التزام کرتے تھے۔ ربوہ میں آخری ایام میں میرا کوارٹر ان کے کوارٹر کے بالکل قریب تھا۔ حضرت مولوی صاحب مسجد مبارک میں جاتے ہوئے ہمیشہ میرے دروازے کے آگے سے گزرتے۔ اور بسا اوقات ہم اکٹھے مسجد جاتے۔ اور اکٹھے واپس آتے تھے۔ آخری ایام زندگی میں انتہائی تنگدستی کے باوجود کبھی کوئی کلمہ شکوہ و شکایت کا ان کی زبان پر نہیں آیا۔ شب خیزی آپ کی عادت میں داخل تھی۔ اور تصوف کے رنگ میں زندگی بسر کرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ ایک دن مجھے فرمانے لگے۔ کہ میں جب فجر کی اذان سے چند منٹ پہلے آپ کی کھڑکی کے پاس سے جاتے ہوئے گذرتا ہوں۔ اور بعض دفعہ آپ کو قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنتا ہوں۔ تو مجھے بہت لطف آتا ہے۔ کیونکہ قرآنی حقائق و معارف جاننے کے لئے اس وقت کی تلاوت بہت مفید ہوتی ہے۔ مجھے یہ سنکر کچھ حجاب سا محسوس ہوا۔ اور پھر میں نے آواز کو بہت دھیما کر دیا۔ تو ایک دن کہنے لگے۔ آپ نے اس نیک طریق کو کیوں بدل دیا ہے؟ بہر حال حضرت مولوی صاحب ایک نہایت درجہ عابد و زاہد انسان تھے۔ بارہا محبت آمیز پیرایہ میں نصیحت کرتے ہوئے کہتے۔ کہ معلوم نہیں کہ آپ لوگ ہماری باتوں کو کس رنگ میں سنیں یا دیکھیں لیکن ہم تو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ جو بات کہنے کی ہو وہ کہہ دیں۔

آپ کی طبیعت میں خاکساری اور فروتنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ کالج میں آپ کا مضمون سائنس تھا۔ اس لئے سائنس کے متعلق گفتگو کرنا اور کائنات عالم پر تدبر کرتے رہنا آپ کا نہایت پسندیدہ شغل تھا۔ میں نے رسالہ الفرقان کے لئے آپ سے کئی مضامین انگریزی سے اردو میں ترجمہ کروائے۔ بعض مضامین حضرت مولوی محمد دین صاحب ناظر تعلیم و تربیت کی سفارش پر بھی آپ نے ترجمہ کر کے بھجوائے مگر حضرت مولوی صاحب کا ہمیشہ یہ اصرار ہوتا تھا۔ کہ میرے نام کے ساتھ اس کو شائع نہ کیا جائے۔ ایک دفعہ جب میں نے ان کی خلاف مرضی ان کا نام رسالہ میں چھاپ دیا۔ تو وہ مجھ سے ایک گونہ ناراض ہو گئے۔ اور پھر اسی شرط پر ہی ترجمہ کرنے کے لئے رضامند ہوئے۔ کہ ان کا نام شائع نہ کیا جائے۔ آخری بیماری کے آغاز میں بھی انہوں نے ایک انگریزی مضمون ترجمہ کے لئے انتخاب کیا ہوا تھا۔ مگر افسوس کہ اس ترجمہ کی تکمیل نہ ہو سکی۔

گذشتہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر جب میں سیالکوٹ میں تھا۔ اور آپ اپنے عزیز مکرم میجر وقیع الزمان خاں صاحب سیالکوٹ کے ہاں بغرض علاج تشریف فرما تھے۔ میں آپ کی عیادت کے لئے گیا۔ اور یہ ہماری آخری ملاقات تھی۔ آپ بیماری کی شدت کو محسوس کرتے تھے۔ اور اس کے مہلک ہونے کا آپ کو قریباً یقین تھا۔ لیکن خدا کی قدرتوں پر ان کا ایمان بہت زیادہ تھا۔ اور دعاؤں پر انہیں کامل وثوق تھا اس آخری محبت بھری گفتگو میں جسے میں نے اس وقت آخری نہ سمجھا تھا۔ آپ نے تمام اہلِ ربوہ کو سلام پہنچاتے ہوئے جس خلوص کے ساتھ ان سے درخواستِ دعا کی تھی۔ وہ میری زندگی کا ایک ناقابلِ فراموش سانحہ ہے۔ میں اپنے تجربے کی بناء پر جانتا ہوں کہ حضرت مولوی عبد المغنی خاں صاحب رضؓ ایک نہایت منکسر مزاج اور واقعی درویش صفت انسان تھے۔ دینی علوم کی انتہائی قدر کرنے والے وجود تھے۔ سلسلہ کے خادموں سے انہیں طبعی انس تھا۔ اور ہمیشہ انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مہمان نوازی کا جذبہ ان میں بہت نمایاں تھا۔ ان کی روح اسی بات کے لئے بے تاب رہتی تھی۔ کہ کسی شخص کا سلوک ایسا نہ رہے جس کا کسی نہ کسی طرح بہتر بدلہ نہ دیا جائے۔ قادیان میں بہت سے مستحق اور محتاج لوگوں کی خفیہ مدد کیا کرتے تھے۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب مرحوم رضؓ اور حضرت مولوی عبد المغنی خاں صاحب مرحوم اس بارے میں متفقہ کوشش کیا کرتے تھے۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ اپنے پاس سے یا دوسرے ذی ثروت اصحاب سے رقوم لے کر بھی غریبوں کی مشکل کشائی کریں۔ ۱۹۴۷ء کے انقلاب کے بعد حضرت مولوی عبد المغنی خاں صاحب مرحوم رضؓ کی مالی حالت بہت کمزور ہو گئی تھی۔ لیکن انہوں نے اس نیک وضعداری کو ہمیشہ قائم رکھا ہے۔

حضرت مولوی صاحب کو تکلفات سے خواہ وہ کسی رنگ کے ہوں۔ دلی نفرت تھی۔ وہ دنیوی طور پر ایک اعلیٰ خاندان سے ہونے کے باوجود غلبۂ ایمان کے ماتحت متواضعانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ اور غریبوں سے مل کر اور ان میں رہ کر انہیں خاص سرور حاصل ہوتا تھا۔ اور اگر ان کے لئے کسی قسم کا تکلف کیا جائے۔ تو وہ انہیں ناگوارِ خاطر ہوتا تھا۔ چنانچہ وہ جب کبھی ایک آدھ رات کے لئے میرے ہاں احمد نگر ٹھہرتے۔ تو ہمیشہ اس خوشی کا اظہار فرماتے۔ کہ یہ سادہ زندگی بڑی اچھی زندگی ہے۔ قادیان کی زندگی میں کئی دفعہ ان کے ساتھ شکار کے لئے باہر جاتا رہا ہوں۔ اس قسم کے مواقع پر بھی ان کی ساری گفتگو خالص دینداری پر مبنی ہوتی تھی۔ وہ بسا اوقات تلقین کرتے تھے۔ کہ آپ بھی بندوق کا لائسنس لے لیں۔ مجھے یہ موقع صرف آخری سالوں میں حاصل ہوا۔ حضرت مولوی صاحب کو جب اس کا علم ہوا۔ تو انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔

میں نے یہ چند باتیں ایک برگزیدہ ہستی اور پاک روح کے متعلق اس لئے ذکر کی ہیں۔ تا پڑھنے والے دوست حضرت مولوی صاحب کے رفع درجات کے لئے دعا کریں۔ واقعی حضرت مولوی عبد المغنی خاں صاحب مرحوم رضؓ ایک روحانی انسان تھے۔ اور ان اولیاء الرحمٰن میں سے تھے۔ جو خدا تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ حضرت مولوی صاحب کی روح کے لئے بیشمار اطمینان کے سامان پیدا فرمائے۔ اور انہیں جنت الفردوس میں بلند مقام بخشے۔ آمین یا رب العالمین۔

بچوں کا سرمایہ — انکے قیمتی اوقات

از مکرم نصیر الدین احمد صاحب ایم اے بی ٹی جامعۃ نصرت

کسی ماہر تعلیم کا قول ہے کہ "ہمارے بچوں کے اوقات اسی قدر قیمتی ہیں۔ جس قدر ہمارے اپنے"۔ والدین کو بالعموم اس بات کا پورا احساس ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ابتداء سے ہی کسی مفید کام میں اپنے اوقات صرف کرنے کی عادت ڈالیں۔ ضرورت اس بات پر غور کرنے کی ہے کہ اس غرض کے لئے کیا طرز عمل اختیار کیا جائے۔ اور کس طرح بچوں کے اوقات کو کنٹرول میں لایا جائے

بچوں کی تربیت کے بارہ میں علم النفس اور تعلیم کے ماہرین زمانہ قدیم سے غور و خوض کرتے رہے ہیں۔ انیسویں اور بیسویں صدی میں جن کا نام اس میدان میں روشن ہوا۔ ان میں سے فروبل اور مانٹے سوری کے نام نمایاں ہیں فروبل نے ۱۸۲۷ء میں جرمنی میں بچوں کی وہ پہلی تربیت گاہ قائم کی جس کا نام اس نے "کنڈرگارٹن" یعنی "بچوں کا باغ" رکھا۔ اور مانٹے سوری نے ۱۹۰۷ء میں روم میں "چلڈرنز ہاؤس" "بچوں کا گھر" کی بنیاد رکھی فروبل اور مانٹے سوری کے نقطۂ نظر میں بڑا فرق یہ تھا کہ مانٹے سوری فروبل کی نسبت بچوں کی انفرادی تربیت کی طرف زیادہ متوجہ تھی۔ جب کہ فروبل ان کی اجتماعی تربیت پر زیادہ زور دیتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ بچوں کی انفرادی تربیت کا تمام تر راز ان کی اجتماعی سرگرمیوں میں مضمر ہے۔ ان ماہرین تعلیم کے جاری کردہ اداروں میں تعلیم و تربیت کے طریق کی تفصیلات کا صحیح علم تو ان کے دیکھنے یا ان میں ٹریننگ لینے سے ہی ہو سکتا ہے۔ البتہ وہ اصول جو ان دونوں کے طریق تعلیم میں مشترک ہیں۔ ان کے نمایاں نقوش ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

ا۔ کھیل کھیل میں کام اس مقولہ کا مقصد یہ ہے۔ کہ بچوں کے کھیل کود کے شوق کو مفید کام سکھانے کا ذریعہ بنایا جائے۔ ان کو کام میں ایسے طریق پر مصروف رکھا جائے کہ وہ اس کو بار محسوس نہ کریں۔ ان کی دلچسپی قائم رہے اور اکتاہٹ پیدا نہ ہو۔ یہ اصول جدید طریق تعلیم میں بطور جان کے کام کرتا ہے جب بچے آپس میں کوئی کھیل کھیلتے ہیں۔ تو اس میں تین باتیں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں آزادی۔ کھیل اور خوشی یہ تین باتیں جدید طریق تعلیم میں بھی بنیادی حیثیت رکھتی ہیں فروبل کہتا ہے "ایک صحت مند کنڈرگارٹن کی علامت یہ ہے۔ کہ اس میں آزادی کھیل اور خوشی کے ساتھ ساتھ ایک ایسی فضا موجود ہو جس میں بچے خود بخود اظہار خیال کرنے پر مجبور ہوں"۔

کھیل کے میدان میں بچے بعض ایسے عملی سبق سیکھ رہے ہوتے ہیں جن کے متعلق نہ دیکھنے والوں اور نہ خود کھیلنے والوں کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ کچھ سیکھ رہے ہیں۔ مثلاً بعض کھیلوں میں وہ اندازہ سے فاصلوں اور زاویوں کی پیمائش کرنا سیکھتے ہیں اور بعض میں ٹیم کی اجتماعی کوشش سے کسی رکاوٹ کو دور کرنے یا کسی مشکل کو حل کرنے کی مشق کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ ان میں اشتراک عمل۔ ضبط نفس۔ دانائی۔ استقلال ثابت قدمی۔ حوصلہ۔ انصاف۔ سچائی وفا اور آزادی طبع جیسے عمدہ اخلاق و اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ جدید طریق تعلیم میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ان کا مدرسہ بھی ایک کھیل کا میدان ہی ہو۔ جس میں وہ تمام علوم کھیل کھیل میں حاصل کرتے جائیں۔

پس اس اصول کا مقصد یہ ہے کہ کتابوں میں درج شدہ مختلف علمی مسائل اور فنی معلومات کو مختلف کھیلوں کے رنگ میں ڈھالا جائے۔ تاکہ بچے برسوں کے مراحل آزادی اور خوشی سے دنوں میں طے کرتے چلے جائیں۔

صلاحیتوں کی بیداری فروبل نے جب پہلا "کنڈرگارٹن" سکول کھولا تو اس کے تعارف میں یہ الفاظ بھی کہے "یہ کنڈرگارٹن (بچوں کا باغ) ہے جہاں پودے اپنے اندر سے شاخیں اور پتے باہر نکالتے ہیں۔ اسی طرح بچے بھی اپنی اندرونی صلاحیتوں سے ہی پرورش پاتے ہیں۔ ان کی صرف نگرانی کی ضرورت ہے"۔ ایک اور جگہ وہ کہتا ہے۔ "ایک بالغ شخص کے کردار میں جس قدر خوبیاں کار فرما نظر آتی ہیں۔ وہ تمام کی تمام نوزائیدہ بچوں میں چھوٹے پیمانہ پر ابتداء سے ہی موجود ہوتی ہیں" اس کا مطلب یہ ہے کہ بچوں میں تجسس جستجو۔ خوشی۔ رنج۔ خودی۔ خودداری غیرت۔ رشک و حسد۔ محبت و دشمنی رحم۔ سوچ و بچار۔ تعمیر و تخریب۔ ذخیرہ اندوزی اور دور اندیشی جیسے خواص چھوٹے پیمانہ پر ابتداء سے ہی موجود ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض خواص ابتداء میں اس قدر خفیف اور لطیف رنگ میں موجود ہوتے ہیں کہ ہمیں ان کا احساس نہیں ہوتا۔ لیکن عمر کی زیادتی کے ساتھ ساتھ یہ تمام صلاحیتیں نمایاں ہوتی چلی جاتی ہیں۔ نگران یا مربی کا صرف اس قدر کام ہے۔ کہ وہ ان کو برے اثرات سے بچائے رکھے اور آزاد اور خوشگوار فضا میں پرورش پانے دے۔ بالکل اسی طرح سے جس طرح ایک باغبان پودوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اس اصول کو فروبل نے "To Make inner outer" کے الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ یعنی بچوں کی تربیت ایسے طریق پر کی جائے کہ ان کی اندرونی صلاحیتیں خود بخود باہر آ جائیں

بعض اوقات بچوں سے ایسا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے مخفی جذبات کو ٹھیس لگتی ہے اور وہ نہ صرف کام سے بلکہ اپنے مربیوں سے بھی متنفر ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مربی ایسا برتاؤ کرتے وقت یہ سمجھتا ہے کہ بچوں کے دل میں اس قسم کے احساسات موجود نہیں ہوتے۔ جس قسم کے بڑوں میں ہوتے ہیں۔ جب بعض والدین یا اساتذہ بچوں کو معمولی معمولی باتوں پر پیٹتے ہیں اور ان کو کوستے ہوئے کہتے ہیں کہ تم "بے وقوف ہو" "تم کسی کام کے نہیں" "تم بڑے ہو کر سوائے مزدوری کے کچھ نہ کر سکو گے" وغیرہ۔ تو بچے گو کسی حد تک کام کی اہمیت کا احساس کرتے ہیں اور اپنے کام کی طرف توجہ کرنے لگتے ہیں۔ لیکن یہ منطقی حیثیت ان کے ذہنوں میں اس قدر اثر انداز نہیں ہوتی جس قدر ان میں احساس کمتری پرورش پا رہا ہوتا ہے۔ ان کے دل و دماغ کو ان کے والدین کا یہ پیغام بار بار پہنچ رہا ہے کہ وہ کسی کام کے نہیں۔ جو کام ان کے سامنے ہے۔ وہ نہایت مشکل ہے۔ اور وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

بچوں کی اندرونی صلاحیتوں کو از خود بیدار کرنے کے لئے ہر صلاحیت کے مناسب حال ماحول پیدا کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے بچہ خود بخود اپنی صلاحیتوں کو استعمال میں لا کر ماحول کو اپنے مطابق اور اپنے آپ کو ماحول کے مطابق ڈھالتا ہے۔ فروبل کہتا ہے۔ "تعلیم کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ بچے کے جبلی میلانات کی بہترین پرورش کی جائے۔ اور بچے کو سوسائٹی میں بہترین طریق پر زندگی بسر کرنے کی خاطر خود سامان مہیا کرنے کے لئے ماحول مہیا کیا جائے"۔

۳۔ کام کیسا سبق اس اصول کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کو ابتداء میں ہی زبانی یا بذریعہ کتاب سبق دینے کی بجائے پہلے ان کے سپرد ایسے کام کئے جائیں جن میں سرگرم رہنے کے دوران وہ خود بخود استاد یا والدین سے سبق لینے کے لئے بے تاب ہو جائیں۔ اور جب تک وہ اپنی عملی مشکلات کو اپنے مربی سے حاصل کردہ علم کے ذریعہ دور نہ کر لیں انہیں چین نہ آئے۔

اس اصول کو ماہرین تعلیم نے Learning by doing کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یعنی "کام کے ذریعہ تعلیم" اس اصول کی بنیاد بچہ کی فطرتی صلاحیت پر ہے۔ بچہ فطرتاً مصروف رہنا چاہتا ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ اس کی آزادانہ مصروفیت کو کسی خاص غرض کے ماتحت کر دیا جائے۔ اس طرح کہ اس غرض کی اہمیت اس پر درجہ بدرجہ واضح ہوتی چلی جائے

ایسی مصروفیت کو ماہرین تعلیم کی اصطلاح میں "Purposeful Activity" کہتے ہیں۔ یعنی ایسی سرگرمی جس کے پس منظر میں کوئی خاص مقصد بھی ہو۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

ولادت

مجھے اللہ تعالے نے بروز [illegible] مورخہ ۵۵ ... کو تیسرا لڑکا عطا فرمایا۔ احباب نومولود کے خادم دین اور نیک بننے کے لئے دعا فرمائیں۔ (محمد حسین [illegible])

تحریک جدید کا قیام کب سے ہوا!؟

"درحقیقت ۱۳۴۸ سال پہلے تحریک جدید کا قیام ہو چکا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے کہ اس نے اسلام کو اس لئے بھیجا لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ...... پس تحریک جدید درحقیقت اس پیشگوئی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہے"

حضرت المصلح الموعود کا یہ ایمان افروز بیان بغور پڑھئے!

مبادا آپ تحریک جدید کے جہاد سے محروم رہ جائیں (وکیل المال)

اعلان دار القضاء

بمقدمہ مرزا عمر بیگ صاحب صدر بازار لاہور چھاؤنی بنام ملک عبد المجید صاحب ولد ملک عبد الحمید صاحب قوم ملک راجپوت سابق سکونت قادیان محلہ دار الفضل۔ ملک عبد المجید صاحب کو معمولی طریق سے اطلاع دینے میں کامیابی نہیں ہو سکی۔ اس لئے بذریعہ اعلان ہذا ان کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ بتاریخ ۲۹/۱۰/۵۵ بعد نماز عصر مسجد مبارک ربوہ میں پیروی مقدمہ مذکورہ کے لئے پہنچ جائیں نیز اپنا موجودہ مکمل ایڈریس ارسال کریں۔ ناظم دار القضاء سلسلہ احمدیہ ربوہ

اعلان معافی

قبل ازیں شیخ فیض قادر صاحب کی معافی کا اعلان اخبار الفضل میں شائع ہو چکا ہے دوبارہ اعلان کیا جاتا ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ازراہ ترحم معاف فرما دیا ہے۔ احباب مطلع رہیں۔ قائم مقام ناظر امور عامہ ربوہ

ضلع گوجرانوالہ کی جماعتوں کے لئے

جملہ جماعتوں کی یاددہانی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سیکرٹری صاحبان مال اور پریذیڈنٹ صاحبان اپنی انتہائی کوشش سے بقایاجات کو وصول کر کے مرکز میں بھجوائیں اور موجودہ سال کے چندوں کو بھی ساتھ ساتھ وصول کریں تاکہ مرکز کے کام بخوبی سر انجام دیئے جا سکیں اور فریضۂ تبلیغ میں کمی نہ واقع ہو سکے۔ (امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع گوجرانوالہ)

درخواست ہائے دعاء

(۱) چودھری میاں خانصاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ مرڑ چک ۴۵ ر ب ایک مقدمہ کے سلسلہ میں پریشان ہیں۔ احباب درد دل سے چودھری صاحب موصوف کی کامیابی کے لئے دعاء فرمائیں نیز ملک محمد انور صاحب بھی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ احباب ان کی پریشانیوں کے دور ہونے کے لئے بھی درد دل سے دعا فرمائیں (چودھری) محمد عبد اللہ لیکچرار جامعہ نصرت ربوہ

(۲) ریاست خیرپور سعادہ میں میرے سترہ عزیز ایک فوجداری کیس میں عرصہ اڑھائی سال سے ماخوذ ہیں۔ بزرگان سلسلہ سے درخواست ہے کہ وہ باعزت بریت کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔ (نذیر احمد ریحان)

ولادت خاکسار کے بھائی نذیر احمد صاحب سیالکوٹی ملازم دفتر سی۔ ایم۔ اے لاہور کینٹ کے ہاں مورخہ ۲۴/۹/۵۵ کو دوسرا لڑکا پیدا ہوا ہے احباب نومولود کی درازیٔ عمر۔ نیک صالح اور خادم دین ہونے اور والدین اور اپنے خاندان کے لئے قرۃ العین ہونے کی دعا فرمائیں

بشیر احمد سیالکوٹی دفتر حفاظت مرکز ربوہ

میّت کی طرف سے صدقہ دینا اور قرآن شریف پڑھنا

از سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سوال:۔ میّت کو صدقہ خیرات اور قرآن شریف کا پڑھنا پہنچ سکتا ہے؟

جواب:۔ "میّت کو صدقہ خیرات جو اس کی خاطر دیا جائے پہنچ جاتا ہے۔ لیکن قرآن شریف کا پڑھ کر پہنچانا آنحضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ثابت نہیں ہے۔ اس کی بجائے دعا کی جائے جو میت کے حق میں کرنی چاہیئے۔ میّت کے حق میں صدقہ خیرات اور دعا کرنا ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کی سنت سے ثابت ہے لیکن صدقہ بھی وہ بہتر ہے جو انسان اپنے ہاتھ سے دے جائے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے انسان اپنے ایمان پر مہر لگاتا ہے۔" (مجموعہ فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۳۴۳)

عہدیداران جماعت کو چاہیئے کہ ان مسائل کو احباب کے سامنے بار بار پڑھتے رہیں۔ اور کوشش کریں کہ احباب کا عمل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے عمل کے مطابق ہو۔ (ناظر تعلیم و تربیت ربوہ)

خدام الاحمدیہ کیلئے تعلیمی نصاب

ستمبر تا نومبر ۱۹۵۵ء کی سہ ماہی کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے خدام الاحمدیہ کے لئے حسب ذیل کتب بطور نصاب مقرر کی گئی ہیں۔

(۱) الحجۃ البالغہ (تصنیف حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے)

(۲) وحی و نبوت کے متعلق اسلامی ایڈیالوجی (نظریہ)۔ (از افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ) اوّل الذکر کتاب میں وفات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ کو نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اور ثانی الذکر میں تحقیقاتی عدالت کے دوران میں عدالت کی طرف سے کئے گئے سوالات کے جوابات ہیں۔ ہر احمدی کے لئے ان مسائل کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ قائدین کرام اس امر کی پوری کوشش کریں کہ کوئی خادم ایسا نہ رہے جو ان مسائل سے واقفیت نہ رکھتا ہو۔ ہر خادم کو اس امتحان میں شمولیت کی ترغیب دلائی جائے تاکہ خدام ان مسائل ضروریہ سے واقفیت عامہ حاصل کر کے ان کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کر سکیں۔

الحجۃ البالغہ کی قیمت ۱۰/ ہے۔ جو احمدیہ کتابستان ربوہ سے مل سکتی ہے۔ اگر قائدین اپنی مجالس کے لئے اکٹھا آرڈر دیں تو کتاب ۸/ آنہ میں مل سکے گی۔ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی ایڈیالوجی کی قیمت دو روپے ہے۔ لیکن خدام الاحمدیہ کو رعایتی قیمت ۱۰/۱ روپیہ میں الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ سے مل سکتی ہے۔

قائدین کرام جلد سے جلد کتب خرید کر مطالعہ شروع کرا دیں! (مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

(۲) میرے ماموں چودھری نذیر احمد صاحب دماغی عارضہ میں مبتلا ہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے آمین ڈاکٹر چودھری محمد حسین بار کر آباد شیخوپورہ

ولادت

یکم ستمبر کو میرے بھائی عابد حسین صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نومولود کو درازیٔ عمر عطا فرمائے اور خادم دین بنائے آمین۔

عبد الرشید مغتنم ستی اصلاح ہائی سکول چنیوٹ

دعائے مغفرت

مکرم ملک محمد اشرف صاحب واقف زندگی کارکن وکالت تبشیر کے والد میاں سراج الدین صاحب ساکن بھیرہ ایک لمبی علالت کے بعد مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۵۵ء کو وفات پا گئے انا للہ و انا الیہ راجعون۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو بہشت میں بلند درجات عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ صفحہ ۲
(لیڈر)

دنیا فتنہ و فساد کا گہوارہ بن جاتی ہے ایسے مخالفین تھے جن کے خلاف اسلام نے مجبور ہو کر تلوار اٹھانے کی اجازت دی مگر اسلئے نہیں کہ تعدی کی جائے بلکہ صرف اس حد تک کہ حتّٰی لا تکون فتنۃ۔ اور فرمایا کہ جب لڑائی کرنے والے رک جائیں۔ تو تم بھی فوراً رک جاؤ۔ اگر زیادتی کرو گے تو مظلوم سے ظالم بن جاؤ گے۔ تم کو مقابلہ کا حکم صرف اسلئے دیا گیا ہے کہ امن کی فضا قائم ہو جائے۔ ایسی امن کی فضا کہ ایمان لانا یا نہ لانا صرف اللہ تعالےٰ کے لئے ہو جائے نہ کوئی کسی کو ایمان لانے سے روکے نہ ایمان لانے پر کسی پر ظلم کیا جائے بلکہ فرمایا

فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر

جو چاہے ایمان لائے جو چاہے انکار کر دے۔ لا اکراہ فی الدین دین میں کوئی اکراہ نہیں۔ یہ انسان کا پیدائشی حق ہے کہ وہ کوئی سا دین اختیار کرنے میں بالکل آزاد ہو۔ جو ایمان لاتا ہے۔ وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے۔ اور جو نہیں لاتا۔ وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ قد تبین الرشد من الغی۔ ہدایت گمراہی سے ممیز ہو چکی ہے۔ اب ہر انسان اپنا نفع و نقصان خود دیکھ سکتا ہے۔ گمراہی میں رہنا چاہتا ہے۔ تو بڑی خوشی سے رہے۔ مگر اس کا یہ حق نہیں ہے۔ کہ وہ دوسروں کو اللہ تعالےٰ کی راہ سے روکے یا ان پر ظلم کرے۔ اور نہ یہ ایمان والوں کا حق ہے کہ کسی کو اپنی پسند کے دین سے روکیں۔ ہمارا کام صرف یہ تھا کہ ہدایت اور گمراہی کی صاف صاف نشاندہی کر دیں

قرآن کریم کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ دنیا میں ایسی امن کی فضا قائم کرنا چاہتا ہے جب انسان جذبات میں بہکر نہیں بلکہ خوب سوچ سمجھکر دین اختیار کرے۔ چنانچہ اسلام کی پیدائش سے لے کر یہ اصول قوموں میں نفوذ کرتا رہا ہے۔ اور غیر معلوم طور پر اسلام کی یہ تعلیم دنیا میں پھیلتی رہی ہے۔ اور مہذب اقوام پر اثر انداز ہوتی ہے۔ خواہ وہ مانیں یا نہ مانیں۔ اور اب یہ حالت ہے کہ مختلف دین تلوار سے نہیں بلکہ دلائل سے مصروف جنگ ہیں۔ عیسائیت اور دوسرے مذاہب اسلام کے خلاف فلسفہ اور عقل کے ہتھیار لے کر نکلے ہیں یورپ اور امریکہ نے بے پناہ لٹریچر اسلام کے خلاف پیدا کیا ہے۔

افسوس ہے کہ عام مسلمان اہل علم حضرات اور ہی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ اور آج اللہ تعالےٰ نے جہاد کے جو مواقع پیدا کئے ہیں ان سے غافل ہی نہیں بلکہ انہیں تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور بعض تو عجیب عجیب باتیں کہتے ہیں خواہ دنیا تلوار سے لڑے یا نہ لڑے۔ ہم تو تلوار سے ہی دنیا کو فتح کریں گے۔ حالانکہ اسلام کی فتح تو یہی ہے کہ آج دنیا نے اس اصول کو قدرے تسلیم کر لیا۔ کہ لا اکراہ فی الدین۔

(بقیہ صٓ)

احمدیت کا پیغام

موسٰیؑ کے اتباع میں جب کبھی خرابی پیدا ہوئی تو خدا تعالےٰ نے ان کی خبر لی عیسٰیؑ کے اتباع میں جب کبھی خرابی پیدا ہوئی۔ تو خدا تعالےٰ نے ان کی خبر لی۔ لیکن سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں خرابی پیدا ہو تو خدا تعالےٰ اس کی خبر نہ لے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے متعلق تو یہ بھی پیشگوئی تھی کہ چھوٹے چھوٹے مفاسد کو دور کرنے کے لئے آپ کی امت میں ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث ہوا کرے گا۔ کیا کوئی عقل اسکو تسلیم کر سکتی ہے کہ چھوٹے مفاسد کو دور کرنے کے لئے تو خدا تعالےٰ کی طرف سے مجددین آیا کرتے رہیں۔ جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔

(ابوداؤد جلد ۲ صـ۲۴۱)

لیکن اس عظیم الشان فتنہ کے موقع پر جس کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب سے دنیا میں انبیاء آتے گئے ہیں۔ وہ اس فتنہ کی خبر دیتے چلے آئے ہیں کوئی ایسا دور نہ آئے۔ کوئی ہادی نہ (ص)

کوئی راہنما نہ آئے اسلمانوں پر دین حقہ پر جمع کرنے کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف کوئی آواز بلند نہ کی جائے۔ مسلمانوں کو تاریکی اور ظلمت کے گڑھے میں سے نکالنے کے لئے آسمان سے کوئی رسی نہ گرائی جائے۔ وہ خدا جو ابتدائے عالم سے اپنے رحم اور کرم کے نمونے دکھاتا چلا آیا ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اس کے رحم و کرم کے دریا میں مزید جوش پیدا ہو گیا ہے نہ کہ اس کا رحم اور کرم مٹ گئے ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ کبھی بھی رحیم تھا تو امت محمدیہ کے لئے اسکو پہلے سے زیادہ رحیم ہونا چاہیئے۔ اگر خدا تعالےٰ کبھی بھی کریم تھا تو امت محمدیہ کے لئے اس کو پہلے سے زیادہ کریم ہونا چاہیئے اور یقیناً وہ ایسا ہی ہے۔ قرآن کریم اور احادیث اس پر شاہد ہیں۔ کہ امت محمدیہ میں جب کبھی خرابی پیدا ہوگی۔ خدا تعالےٰ اپنی طرف سے ہادی اور راہنما بھجواتا رہیگا خصوصاً اس آخری زمانہ میں جبکہ دجّال کا فتنہ ظاہر ہوگا۔ عیسائیت غالب آجائے گی۔ اسلام ظاہری طور پر مغلوب ہو جائے گا اور مسلمان دین کو چھوڑ بیٹھیں گے اور دوسری اقوام کے رسم و رواج کو اختیار کر لیں گے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک کامل مظہر ظاہر ہوگا اور اس زمانہ کی اصلاح کریگا جس کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لا یبقی من الاسلام الا اسمہٗ ولا یبقی من القرآن الا رسمہٗ (مشکوٰۃ کتاب العلم) یعنی اسلام کا صرف نام باقی رہ جائیگا اور قرآن کی صرف تحریر رہ جائے گی۔ اسلام کا مغز کہیں نظر نہ آئیگا اور قرآن کے معنے کسی پر روشن نہ ہوں گے۔ (باقی)

دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کی کانفرنس

لندن ۷ اکتوبر معلوم ہوا ہے کہ دولت مشترکہ کے وزرائے اعظم کی ایک کانفرنس اگلے ماہ یہاں منعقد ہوگی۔ اس سے پہلے فروری میں کابینہ وزرائے خزانہ کی ایک کانفرنس ہوگی جس میں وزرائے اعظم کے اجلاس سے متعلق ابتدائی امور پر غور کیا جائیگا۔

ہم جلد سے جلد ایک جمہوری اور قابل عمل آئین بنانیکا تہیّہ کر چکے ہیں

گورنر جنرل پاکستان میجر جنرل سکندر مرزا کی نشری تقریر

کراچی ۷ اکتوبر گورنر جنرل پاکستان میجر جنرل سکندر مرزا نے کل شام سوا سات بجے ریڈیو پاکستان پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ اور ان کی حکومت قوم کو جلد سے جلد ایک قابل عمل جمہوری آئین دینے کا تہیہ کر چکی ہے۔ ایسا آئین کب تک تیار ہوگا اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ ارکان دستوریہ کتنی سرعت دکھاتے ہیں۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ ارکان دستوریہ اس کام کو جلد ختم کر لیں گے جو گذشتہ آٹھ ماہ سے معرض التواء میں پڑا ہوا ہے۔

انہوں نے کہا کہ میری دلی خواہش ہے کہ جمہوری اور قابل عمل آئین بنانے کا یہ کام جلد سے جلد ختم کر لیا جائے گورنر جنرل نے اس بات پر خاص طور پر زور دیا کہ ہمیں مشرقی اور مغربی حصوں کے الگ الگ زاویہ ہائے نگاہ ترک کر کے ایک قومی نقطہ نظر اختیار کرنا چاہیئے دستور بناتے وقت قومی زاویہ نگاہ کو ملحوظ رکھنا اور بھی ضروری ہے۔ آئین کی تکمیل سے عام انتخابات کے انعقاد کی راہ بھی ہموار ہو جائے گی۔

مسئلہ کشمیر کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر دونوں ملکوں کے وزرائے اعظم کی آئندہ ملاقات میں بھی اس بارے میں کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تو ہم یہ مسئلہ سلامتی کونسل میں واپس لے جائیں گے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ وزرائے اعظم اس پیچیدہ مسئلہ کا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ یہ پاکستان اور بھارت ہی کا مسئلہ نہیں امن و انصاف اور ان آزادی پسند لوگوں کی خواہش کا مسئلہ ہے جو اپنا حق خود اختیاری استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کشمیریوں کو یقین دلایا کہ پاکستان ان کی بے چینی میں برابر کا شریک ہے اور ان کا حق کسی طرح بھی پامال نہیں ہونے دیگا۔

خارجہ پالیسی کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم امن و آزادی کے علمبردار ہیں اور ہمیشہ جمہوریت کے فروغ کیلئے تعاون کرتے رہیں گے۔ بھارت ہمارا ہمسایہ ہے۔ ہم اس سے دوستانہ تعلق کے خواہاں ہیں۔ افغانستان کو جس فنی اور اقتصادی امداد کی ضرورت ہوگی ہم وہ دینے کو تیار ہیں۔ لیکن ہم اپنی علاقائی سالمیت پر کوئی حملہ برداشت نہیں کریں گے اگر کسی نے پاکستان کی ایک انچ زمین پر بھی قبضہ کرنیکی ناپاک کوشش کی تو ایسی کوشش کا منہ توڑ جواب دیا جائیگا۔ آخر میں انہوں نے کہا کہ میں قوم کا معمولی خادم ہوں اور مجھے اپنی ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس ہے۔

میاں مشتاق احمد گورمانی
نئے صوبے کے گورنر مقرر ہو گئے

کراچی ۷ اکتوبر۔ گورنر جنرل پاکستان میجر جنرل سکندر مرزا نے ایک غیر معمولی گزٹ کے ذریعہ میاں مشتاق احمد گورمانی کو ۱۴ اکتوبر سے مغربی پاکستان کے نئے صوبے کا گورنر مقرر کر دیا ہے۔ اعلان میں ان علاقوں کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے جو مغربی پاکستان کے دس ڈویژنوں پر مشتمل ہوں گے۔

خطبہ جمعہ بقیہ صفحہ ۱

حضور نے اپنی ناسازی طبع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ ربوہ آکر میری طبیعت پھر خراب ہو گئی ہے۔ کل کچھ آرام محسوس ہوتا تھا۔ لیکن شام کو پھر طبیعت ویسی ہی ہو گئی۔ جماعت کی دعاؤں صدقات اور گریہ وزاری کو سنتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مجھے بیماری سے شفا تو بخشی ہے۔ لیکن کام کرنے کے لئے جس اطمینان اور سکون کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ابھی مجھے حاصل نہیں پس دعائیں کرو اور کرتے چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے عرش کے پائے بھی ان سے ہل جائیں۔ اور وہ تمہاری دعائیں قبول فرمائے۔

آخر میں حضور نے فرمایا۔ دعائیں کرو کہ خدا پہلے تو اسلام تمہارے دل میں قائم کرے اور پھر تمہارے ذریعہ سے ساری دنیا میں پھیلائے۔ تم اس وقت تک دم نہ لو جب تک کہ ایک ایک واقف زندگی آگے بیس بیس واقف زندگی تیار نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی مدد کرے اور آپ کو اپنے عہد پورے کرنے کی توفیق دے۔ یاد رکھو چندے بھی تب ہی بڑھیں گے جب آدمی بڑھیں گے۔ جب نئے واقفین زندگی کے ذریعے نئے نئے لوگ اسلام میں آئیں گے۔ تو لازماً چندہ بھی بڑھیگا اور آخر وہ دن آجائے گا۔ جب کہ ساری دنیا میں اسلام ہی اسلام نظر آئے گا۔ انشاء اللہ (خورشید احمد)

درخواست دعا: محترم میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے (والد مکرم مولوی عبدالغفور صاحب مبلغ سلسلہ) شدید بیمار ہیں۔ احباب دعائے صحت فرمائیں۔

اعلان نکاح

مورخہ ۳۰ ستمبر ۵۵ء میرے لڑکے عزیزم عزیز احمد کا نکاح بالعوض ڈیڑھ ہزار روپیہ حق مہر امۃ القیوم صاحبہ بنت ڈاکٹر بشیر احمد صاحب کے ساتھ مکرمی شیخ محمد احمد صاحب مظہر امیر جماعت احمدیہ لائل پور نے پڑھایا۔ احباب کرام دعا فرمائیں کہ یہ رشتہ جانبین کے لئے بابرکت ہو۔ آمین

چوہدری بشیر احمد محلہ اراضی یعقوب سیالکوٹ شہر

منٹگمری اور ملتان کے بہت سے علاقے بھی سیلاب کی لپیٹ میں آگئے

شیخوپورہ کی آبادی کو بچانے کیلئے پورے شہر کو خالی کیا جا رہا ہے

لاہور میں بادامی باغ اور بعض دیگر علاقوں میں حالت ابھی خراب ہے

لاہور ۸ اکتوبر۔ سیلاب کے متعلق تازہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ لاہور میں اب صورت حال کافی بہتر ہو گئی ہے۔ البتہ شاہدرہ۔ بادامی باغ اور بعض دیگر نشیبی علاقوں میں حالت بدستور خراب ہے۔ شاہدرہ کا بجلی گھر جو سیلاب کی زد میں آگیا تھا ایک آدھ دن میں کام شروع کر دے گا۔

۱۹۵۰ء میں لاہور میں سیلاب کا رقبہ زیادہ سے زیادہ ۲۵ میل تھا۔ لیکن اس دفعہ چالیس میل کے علاقہ میں پانی پھیلا ہوا ہے۔

صوبہ کے جو دیگر علاقے سیلاب کی زد میں آچکے ہیں وہاں کی حالت تا حال درست نہیں ہوئی۔ شیخوپورہ کی آبادی کو بچانے کی خاطر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ پورے شہر کو جلد از جلد خالی کر دیا جائے۔ شرقپور کا قصبہ چاروں طرف سے چار چار فٹ پانی میں گھر چکا ہے۔

تازہ اطلاعات کے مطابق اب سیلاب کا زور منٹگمری اور ملتان کے اضلاع میں بڑھ گیا ہے اور وسیع علاقے کو اس نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

ہوائی پرواز سے معلوم ہوا ہے کہ راوی مرالہ نہر کے کنارے کئی مقامات سے ٹوٹ گئے ہیں۔

صوبائی وزیر میجر مبارک علی شاہ نے ایک بیان میں بتایا کہ ابتدائی اور سرسری اندازہ کے مطابق صوبہ کو سخت نقصان پہنچا ہے آپ نے بتایا کہ صرف نہروں کی مرمت پر ہی دس کروڑ روپیہ خرچ ہوگا۔ فصلوں کو سخت نقصان پہنچا ہے۔

سیلاب زدہ علاقوں میں روزانہ بذریعہ طیارہ خوراک گرائی جاتی ہے۔ سیلاب زدہ آبادی کو بذریعہ اشتہارات مطلع کیا گیا ہے کہ وہ میدانوں میں اکٹھے ہوں تاکہ غذائی سامان گرانے میں سہولت رہے۔

صوبائی وزیر میجر مبارک علی شاہ نے اپنے ایک اور بیان میں صوبہ کے اہل ثروت سے اپیل کی ہے کہ وہ کپڑوں۔ رضائیوں اور کمبلوں کے ذریعہ مصیبت زدگان کی ہر ممکن مدد کریں۔

مشرقی پنجاب کی اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ ضلع کرنال میں ۳۰۰ گاؤں زیر آب ہیں۔ لدھیانہ اور انبالہ کے اضلاع میں ستلج کی طغیانی زوروں پر ہے۔ متعدد دیہات میں آٹھ آٹھ فٹ تک پانی کھڑا ہے۔

دہلی کی ایک اطلاع کے مطابق رات کو دریائے جمنا میں پانی کی سطح خطرے کے مقام سے ایک فٹ بلند ہو چکی تھی اور ابھی پانی اور چڑھ رہا تھا۔

مشرقی بنگال کے وزیر اعلیٰ مسٹر ابو حسین سرکار نے بذریعہ تار پنجاب کے وزیر اعلیٰ سردار عبدالحمید دستی کے ذریعے سیلاب زدگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب وفات پا گئے

لاہور ۸ اکتوبر۔ کل رات پنجاب اسمبلی کے سپیکر اور انجمن حمایت اسلام کے صدر ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب اچانک وفات پا گئے۔ آپ پر دل کا حملہ ہوا تھا اس کے نتیجہ میں وفات ہوئی۔

ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صاحب جو پیشہ کے لحاظ سے وکیل تھے۔ صوبے کی تعلیمی اور معاشرتی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لیتے تھے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۵ برس تھی۔

سعودی حکومت کو بھی روس نے اسلحہ دینے کی پیشکش کر دی

ریاض ۸ اکتوبر۔ سعودی حکومت کے وزیر خارجہ نے بتایا کہ روس نے ہمیں بھی ہتھیار دینے کی پیشکش کی ہے

درخواست دعاء

میرے والد محترم ملک فضل حسین صاحب احمدی مہاجر ربوہ میں ایک اہم تصنیف میں مصروف ہیں اور ابھی انہوں نے کام کو پورے طور پر مکمل نہیں کیا کہ ان کی طبیعت خراب ہو گئی اور دماغ میں اتنی کمزوری محسوس ہونے لگی ہے کہ وہ کام کو جاری نہ رکھ سکے۔ اب چار ماہ سے یہ کیفیت ہے کہ نہ کچھ لکھ سکتے ہیں اور نہ پڑھ سکتے ہیں بلکہ بلڈ پریشر میں غیر معمولی کمی واقع ہو گئی ہے اور خطرہ ہے کہ انہیں فالج کا حملہ نہ ہو جائے۔ احباب ان کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

محمد خورشید پسر ملک فضل حسین صاحب